OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 167-190

خانقاہ سیال شریف کا سماجی و سیاسی کردار

Socio – Political Role of the Shrine of Sial Sharif

Dr. Manzoor Ahmad

Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, Gomal University Dera Ismail Khan

Ubaid Ullah

M.Phil Research Scholar, Qurtuba University of Science and Information Technology Dera Ismail Khan

Abstract

Sial Sharif is a village in the district Sargodha located in Sahiwal Tehsil and lies 48 km (30 miles) away from the city of Sargodha. This Shrine was established by Khawaja Shams al-Din Sialvi (1799–1883), popularly known as Pir Sial, who was a famous Sufi saint. He established an institute for religious education. He himself used to teach there. Some of his students earned repute as Islamic scholars in the Subcontinent. Miraat-ul-Ashqeen is a well-known book based on his sayings and unique thoughts. Hazrat Khawja Shams-ud-Din Sialvi died on 24th of Safar 1300 A.H (4 January 1883 AD). After his death his son Khawja Allama Muhammad-ud-Din Sialvi was granted "Khilafat" by Peer Pathan of Tonsa Sharif. The care of the shrine after his death in 1909, passed to his son Muhammad Zia-ud-Din. It subsequently passed on to his eldest son Khwaja Qamar ul Din Sialvi (7 July 1906 – 20 July 1981), who was president of the Sargodha branch of Muslim League and became famous for donating all his valuables to the Pakistan Army during the Indo-Pakistan War of 1965. Muhammad Qamar-ud-Din later, in 1970, became president of Jamiat Ulema-i-Pakistan and member of Islamic Ideology Council, in 1981 and was given Tamgha-e-Imtiaz (Medal of Distinction). Khawja Hamid-ud-Din Sialvi is the eldest son of Khawja Qamar-ud-Din Sialvi and present-day Sajjadah Nashin of Sial Sharif Sharine. His

efforts are commandable in Tehreek-e-Khatm-e-Nabuwat in Pakistan. This paper discusses the contribution of Khwaja Sialwi and his four successors for the independence of their country, explores the Socio - political role of the pīrs of Sial Sharif over four generations. The contribution of sajada nashineens' in different movements like Tehreek-e-Nizam-e-Mustufa, Tehreek-e-Khatm-e-Nabuwat etc. played a vital role in Islamic ideology.

Keywords: Socio-Political role, Tehreek, Sial Sharif, Shrine, Sajada Nasheen, Miraat-ul-Ashqeen.

تاریخ شاہد ہے کہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے ہر دور میں مخلوق خدا کی اصلاح وفلاح کے لئے بے مثل و بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں، پریشان حال ہوں یا صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے، شکستہ دل ہوں یا شکستہ جاں، ظاہری مرض میں مبتلا ہوں یا باطنی فساد وبگاڑ کا شکار، جب بھی وہ ان عالیشان ہستیوں کے در اقدس پر حاضر ہوئے انکو اپنے دکھ ودرد کا مداوامل گیا بالخصوص خاندان چشتیہ عالیہ کو اصلاح نفس، علم کی آبیاری، فروغ علم و عمل، تقوی وپرہیز گاری، خدمت دین متین، میراث انبیاء کی تقسیم اور خدمت خلق میں منفرد مقام حاصل ہے، جس کی شاندار چند مثالیں اجمیر شریف، پاکپتن شریف، مہار شریف، تونسہ شریف، آستانہ عالیہ سیال شریف[1] کی خانقاہوں پے جاکر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، سیال شریف سرگودھا(جو ایک ھندو سادھو کے نام پر باقاعدہ منصوبہ کے تحت معرض وجود میں آنے والا پاکستان کا تیسرا شہر ہے) سے جھنگ روڈ پر واقع ایک قصبہ ہے جہاں تصوف کے طرق اربعہ میں سے چشتیہ طریقت کی ایک اہم خانقاہ موجود ہے، جس کی اسلام، اہل اسلام، تحریک پاکستان اور خصوصا موجودہ پاکستان کے اندر نفاذ اسلام اور احیاء اسلام کی ہر تحریک کے اندر قابل قدر خدمات ہیں۔ تحریک نظام مصطفی ہو یا تحریک ختم نبوت، تحریک ناموس رسالت ہو یا تحریک نفاذ شریعت الغرض ہر موڑ پر اور ہر مشکل وقت میں قوم کی رہنمائی کیلئے خانوادہ پیر سیال لجپال نے سرخیل کا کردار ادا کیا، سیاسی طور پر اگر دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کو پروان چڑھانا ہو یا پاکستان کی تحریک ہو تو تمام سطح پہ بھرپور فرنٹ مین کا کردار ادا کیا۔ اللہ تعالی نے اس خانقاہ کے تمام سجادہ نشینوں حضور اعلیٰ غریب نواز خواجہ خواجگان حضرت شمس الحق والدین خواجہ شمس العارفین رحمہ اللہ علیہ کو بہت سے خصوصی انعامات سے نوازا۔ ان میں سے ایک اہم انعام یہ دیا کہ آپکے جانشین یکے بعد دیگرے وہ باکمال ہستیاں ہوئیں، جن کے فکر کی پختگی، عزائم کی بلندی اور سخن کی دلنوازی ہر کٹھن مرحلہ پر ملت کے جسد افسردہ میں نئی روح پھونک کر جواں بناتی رہی،

ثانی غریب نواز خواجہ محمد دین سیالوی کے بعد ثالث غریب نواز حضرت خواجہ محمد ضیاءالدین سیالوی نے اپنی سجادہ نشینی کے مختصر دور میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ہماری تاریخ اس پر بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔ حضور ثالث غریب نواز کے خلوص وایثار کا بدلہ آپ کو ایک ایسے فرزند ارجمند کی صورت میں دیا گیا جس کی فراست، ذہانت، علمی برتری، روحانی بزرگی اور شان فقر ودرویشی کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔

درگاہ سیال شریف کی ابتداء

خانقاہ سیال شریف کے بانی اور پہلے سجادہ نشین خواجہ شمس الدین سیالویؒ بن خواجہ محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں برخوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی 1214ھ میں سیال شریف تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا (صوبہ پنجاب، پاکستان) میں پیدا ہوئے۔[2]

پیر کرم شاہ الازہری آپ کے سن پیدائش کو کچھ نرالے ہی انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "تاریخ کی ابوالعجمیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو انسان حیران وششدر رہ جاتا ہے، 1799ء ہی وہ سال ہے جس سے دنیائے اسلام کے بطل جلیل سلطان ٹیپو اس ملک کو انگریزوں کے ناپاک تسلط سے بچانے کی مجاہدانہ کوششوں میں جام شہادت نوش کرتا ہے۔ 1799ء ہی میں رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرتا ہے، آپ اندازہ فرمائیے کہ یہ لمحے امت مسلمہ کے لیے کتنے کرب ناک اور مایوس کن ہونگے۔ لیکن رحمت الٰہی نے مایوسیوں کے گھپ اندھیروں میں امید کا چراغ روشن کرنے کے لیے اسی سال 1799ء میں سیال کی ایک چھوٹی سی بستی میں حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا۔[3]

اس طرح آپ کا سلسلہ نسب 50 واسطوں سے حضرت عباس علمدار شہید کربلا ابن علی المرتضیٰؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے تیرھویں صدی ہجری میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام کیا۔ ڈاکٹر محمد حسین للٰہی اپنے تحقیقی مقالہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء میں لکھتے ہیں:

> "حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفاء میں سے سلسلہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے کیا۔ تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں مغربی پاکستان میں سیال شریف کی خانقاہ مرجع انام تھی۔ حضرت سیالوی کے متعدد خلفاء نے بھی متعدد خانقاہیں اور دینی مدارس قائم کئے۔ ان خلفاء میں سے سید غلام حیدر شاہ جلال

پوری اور سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کا کام بہت نمایاں ہے۔"(4)

24صفر 1300ھ میں خواجہ شمس الدین سیالوی کے وصال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد دین سیالویؒ خانقاہ سیال شریف کے سجادہ نشین بنے۔ آپ نے خانقاہی نظام کو ترقی دی۔ خلفاء پیر سیال سے رابطہ استوار رکھا۔ حلقہ ارادت کو بڑھایا اور پیر سیال کی تعلیمات کو عام کیا۔2 رجب 1327ھ میں محمد دین سیالوی کے وصال کے بعد ان کے بڑے بیٹے خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ جذبہ جہاد سے آپ کا دل سرشار تھا۔ آپ کو مجاہد اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے مختصر دورِ سجادہ نشینی میں بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ علمی مراکز کی سرپرستی فرمائی، کتابیں تالیف کیں، خانقاہی نظام کو وسعت و ترقی بخشی۔ اپنے ادارے کے لیے جید علماء و فضلاء کا اہتمام کیا۔ آپ کی انگریز دشمنی ضرب المثل رہی۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے وصال کے بعد خواجہ محمد قمر الدین سیالوی خانقاہ سیال شریف کے چوتھے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کا انداز فقیرانہ، شان عالمانہ اور ادائیں قلندرانہ تھیں۔ قومی، ملی، علمی و ادبی خدمات سرانجام دیں۔ تحریک پاکستان میں آپکا کردار تابناک رہا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کے طور پر آپ کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ 77 برس کی عمر میں 1401ھ کو آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد حمید الدین سیالوی آستانہ عالیہ سیال شریف کے پانچویں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ جو ابھی تک بحمد اللہ تاحیات ہیں اور اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔

سیاسی کردار

تاریخ کے ایک نازک دور میں اس خانقاہ کی باقاعدہ اشاعت دین کا کام شروع ہوتا ہے۔ تاہم جب ہم ہر طرف نظر دوڑاتے ہیں تو اس خانقاہ کا ہر ایک سجادہ نشین اپنی مثال آپ نظر آتا ہے، اعلیٰ غریب نواز یعنی اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا عہد 1799ء سے 1883ء ہے، آپ نے ہر صورت اپنے شیخ کامل خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کی اتباع کی، جیسے وہ انگریز دشمنی میں سخت تھے، آپ بھی اسی طرح انگریز کو دیکھنا تک گوارہ نہ کرتے تھے۔ میاں شیر محمد شرقپوری خواجہ شمس الدین سیالوی کے بارے میں فرماتے تھے کہ " وہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے بھی اس کے دائرہ اثر سے باہر رہے، قصوری، محمد صادق۔ اکابر تحریک پاکستان۔ گجرات، مکتبہ رضویہ، 1976ء ج 1 مقدمہ میاں صاحب گویا ہمیں بتا گئے کہ یہ وہ مرد قلندر تھے جو انگریزوں کے زیر حکومت رہتے ہوئے بھی ان سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے، آپکی پوری

زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپ ہر وقت مسلمانوں اور مسلمان حکومت کی خیر خواہی ہی سوچتے رہتے تھے جب افغانستان پر حملہ ہوا تو آپکی بے چینی اور پھر دعا اور دعا کے اثر کو ہر ایک تاریخ دان اور آپ کے سوانح نگار نے لکھا ہے، جب بر صغیر کے لوگ جنگ آزادی میں ناکام ہو گئے اور انگریزوں نے پورے ملک پر قبضہ کر لیا تو کچھ مسلمان بھی انگریز حکومت کے ملازم ہو گئے، خواجہ شمس العارفین انگریزوں کی حکومت میں نے کسی بھی طرح کی ملازمت کو ناپسند کرتے کہ ایک مسلمان کا کسی غیر مسلم کی ملازمت کرنا اس لئے مذہبی حوالہ سے نقصان دہ ہے کہ اس طرح وہ اطاعت الٰہی میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا، مرآۃ العاشقین مترجم غلام نظام الدین۔ لاہور تصوف فاؤنڈیشن، 2011ء ص 197 یہ تو خواجہ سیالوی تھے اگر انکے خلفاء کو دیکھا جائے تو انہوں نے بھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا، آپ کے ایک خلیفہ غلام قادر بھیروی کلیۃ الشرقیۃ لاہور میں استاد تھے جب حکومت برطانیہ کو علماء کے دستخطوں کی ایک فتوی کے لئے ضرورت پڑی تو علامہ بھیروی نے سرعام مخالفت کی اور دستخط کرنے سے انکار کیا، حکومت کے کہنے پر کالج کے پرنسپل ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹ نے کالج کے تمام علماء کو ہدایت کی کہ وہ سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے حکومت کے ایماء پر مطلوبہ فتوی جاری کریں، مولانا بھیروی نے سب سے پہلے یہ کہتے ہوئے استعفی دیا کہ میں غلط فتوی جاری نہیں کروں گا۔[5]

حضرت خواجہ محمد دین سیالوی 1837ء تا 1909 اپنے والد گرامی کی نسبت کچھ نرم مزاج انسان تھے آپ انگریزوں کے ساتھ ملاقات کو برا نہ سمجھتے تھے، ایک دفعہ ایک پولیس افسر ایک پادری کو سیال شریف لے آیا تو کافی لوگ جمع ہو گئے، خواجہ محمد دین صاحب نے لوگوں کو قالین پر اور پادری کو چارپائی پر بٹھایا، اسکے بعد پولیس افسر نے کہا کہ ہمارا پادری خدا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے، آپنے اسے بخوشی بولنے کی اجازت دی، پادری نے عقیدہ تثلیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے تین میں سے ایک ہونے اور عقیدہ کفارہ سے متعلق ایک لمبی تقریر کی، پادری کی طویل تقریر کے دوران خواجہ صاحب نے ایک باوقار خاموشی اختیار فرمائے رکھی اور کسی مرحلے مداخلت نہ فرمائی، اسی دوران اذان کی آواز آئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا، اے پادری تم نے اپنے خدا کے بارے میں بہت کچھ کہا اور ہم نے تحمل سے سنا، اب ہمیں اپنے اللہ کی بات سننے کے لئے جانے دو، پادری نے حیرت سے پوچھا، آپ کیا فرمارہے ہیں، کیا آپکا اللہ ہمارے خدا سے مختلف ہے؟ آپ نے فرمایا"تمہارے خدا کی بیوی اور بچے ہیں لیکن ہمارا اللہ وحدہ لاشریک ہے۔[6]

حضرت ثانی خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے 28 احباب کو خلعت خلافت سے نوازا اور وہ سب کے سب اپنے پیر کے ساتھ ہر طور پر فرنٹ مین کا رول ادا کرتے رہے، آپ کے ایک خلیفہ خواجہ محمد شریف چشتی کو ایک انگریز افسر نے سرکی کے ایک آدمی کی تفتیش کے سلسلے میں بلایا۔ آپ کھوڑہ کے میاں عامر عبداللہ کے ہمراہ اس افسر سے ملنے کے لئے کٹھوائی تشریف لے گئے۔ وہ آپ کی شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے 500 بیگھ اراضی بطور نذرانہ پیش کرنی چاہی، لیکن آپ نے زمین قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کمال استغناء سے فرمایا "ہم درویش ہیں، ہمارا جائیداد سے کیا تعلق۔

خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کی انگریز سے دشمنی وسیاسی خدمات

انگریز سے جو دشمنی بذریعہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی وراثت میں ملی، اسے آپ (خواجہ محمد ضیاء الدین) نے کمال تک پہنچا دیا۔ حکومت برطانیہ کے وہ ملازمین جو سیال شریف سے وابستہ تھے، آپ نے ان سے نذرانے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پہلی جنگ عظیم میں خدمات سرانجام دینے والے سون سکیسر کے لوگوں کیلئے ایک پتھر کی تختی انگریزوں نے وہاں نصب کر رکھی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے عرب مسلمان بھائیوں پر انگریز کا ملازم ہونے کی حیثیت سے گولیاں چلائی تھیں۔ حضرت ثالث خواجہ محمد ضیاء الدین کی غیرت ایمانی نے پتھر کو اکھاڑ پھینکا اور ارشار فرمایا:

"ہم ان بدبختوں کے نام دیکھنا نہیں چاہتے جنہوں نے عربوں پر گولیاں چلائی تھیں"[7]

انگریزوں نے پتھر اکھاڑنے کو حکومت کی توہین سمجھا، عدالت میں طلب کیا۔ آپ کے ساتھ مولانا ظہور احمد بگوی بھی تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

"میری طرف سے ظہور احمد سب کچھ کر رہے تھے مگر یہ میرے نمائندے تھے، سب میرے حکم سے ہوا۔" متعلقہ حاکم بات سننے کے بعد بولا:

"تشریف لے جائیے"[8]

آپؒ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ کوئی مسلمان انگریزوں کی فوج میں بھرتی نہ ہو۔ آپ بڑے زمیندار تھے مگر ساری عمر انگریز کو اپنی اراضی کا مالیہ نہیں دیا۔[9]

انگریزوں سے اس حد تک نفرت کرتے تھے کہ اگر "انگریز حکومت کے کسی ملازم نے لنگر شریف میں کھانا کھالیا تو آپ نے وہ برتن توڑ دینے کا حکم فرمایا۔"

ایک فوجی ملازم نے حضرت ثالث سیالوی کی پسندیدہ گھوڑی کی پشت پر ہاتھ پھیر دیا تو آپ نے فرمایا" اب یہ ہمارے استعمال کے قبل نہیں رہی۔ اس کی پشت کو فرنگی کے ملازم کا ہاتھ لگ گیاہے۔"

ایک دفعہ رائفل کے لائسینس کیلئے حکومت کو خط تحریر فرمایا، جواباً حکومت نے پوچھا "رائفل کی آپ کو کیوں ضرورت ہے؟" شمس معرفت کے علم و حکمت کے محرم نے ارشاد فرمایا:

"یہ تلوار سے جنگ کا زمانہ نہیں۔ دل کی آرزو ہے کہ ملے تو کسی انگریز کے سینے سے گولی پار کر دوں۔"(10)

آپ کے ان فتاوٰی جات اور ان مجاھدانہ اقدامات سے سامراجی طاقتیں بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئیں، آپ کے نیاز مندوں کو آپکی خدمت میں بھیجا کہ وہ آپکو اس بات پہ راضی کریں کہ انگریز دشمنی سے رک جائیں اور اس مقصد کے لیے انگریز حکومت نے اپنے ایک نمائندہ کے ذریعے آپکو اٹھارہ مربع اراضی کی پیشکش کی مگر خانوادہ پیر سیال نے جو کمال استغناء برتتے ہوئے علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق:

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

جو جواب دیا وہ تاریخ آزادی میں سنہری حروف کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے، آپ نے فرمایا: ''انگریز تو مجھے میرے ہی وطن کی زمین دے کر خریدنے کی کوشش کر رہاہے، خدا کی قسم انگریز بہادر اگر مجھے اپنے لندن سے بھی اتنا رقبہ دے تو میرا جواب یہی ہو گا، حق اور باطل ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، انگریز کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا۔''(11)

سب مخالفت کے باوجود انگریز حکومت اس خوف کی وجہ سے آپ کو گرفتار نہ کر سکی کہ اس سیال شریف کے متعلقین و متوسلین میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھے گی لیکن انگریز نے آپکے ساتھ تحریک جہاد میں دوسرے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کر لیا، مولانا محمد ذاکر کو ڈیڑھ سال، مولانا محمد حسین کو اڑھائی سال اور حکیم علی محمد کو دوسال کی قید کی سزا سنائی، مجاھد ملت ہر طرح سے انکا خیال رکھتے ایک دفعہ جہلم جیل میں ملاقات کے لیے تشریف لائے تو انکے صبر و حوصلہ کو بڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا:۔ "حضرت علامہ مولانا فضل حق خیر آبادی کو بڑی اذیتیں دے کر تمام عمر کالے پانی میں رکھا گیا اور وہ وہیں شہید ہو گئے، لہذا آپ سب کو ہر مشکل اور پریشانی کو صبر و تحمل

سے برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ آپ کو ثابت قدم دیکھ کر میں بہت خوش ہوں، اللہ تعالی آپکے اس جہاد کو قبول فرمائے۔[12]

تحریک خلافت اور دیگر اسلامی تحریکات

انگریز دشمنی کا نتیجہ تھا کہ آپ (خواجہ محمد ضیاءالدین سیالوی) ہر اس تحریک کی صف کے قائد بن جاتے جو برصغیر میں انگریزوں کے خلاف کھڑی ہوتی۔ جب ترکی خلافت کو انگریز نے قوت بازو سے ختم کر دیا اور ان کی عظیم ریاست کو چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں میں تبدیل کر دیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے "تحریک خلافت" کے نام سے انگریز کے خلاف عظیم تحریک چلائی۔ حضرت سیالوی نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ملک بھر کے دورے فرمائے۔ اپنے مریدوں کو منظم کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سارے پنجاب کو آپ نے اس تحریک میں شامل کر دیا تو بے جا نہ ہو گا۔ آپ کے لاتعداد مریدوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انگریز نے اس راستے سے آپ کو ہٹانے کی ساری کوششیں کیں مگر آپ نے ذرا بھی انہیں اہمیت نہ دی۔ بہت سے خوش نصیب افراد نے اس تحریک میں محض آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستگی کی بناء پر حصہ لیا۔ گرفتاریاں دیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت مولانا محمد ذاکر جامعہ محمدی شریف، حکیم علی محمد اعوان دہلوی اور دیگر لاتعداد لوگوں کو حضور ثالث سیالوی نے مختلف گروہوں کا قائد بنایا اور یہ حضرات دن رات تحریک کے کام کرتے رہے۔[13]

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مصطفیٰ کمال اتاترک کی حمایت میں مسلم دنیا کے اندر چلنے والی تحریک کو کمزور کرنے کی خاطر شاطر انگریز نے آپؒ سے ان کے خلاف کفر کے فتویٰ پر تصدیق حاصل کرنے کی کوشش کی، جسے آپؒ نے رد کر دیا اور آپؒ کا اس سلسلہ میں یہ موقف تھا کہ مصطفیٰ کمال کی بہت ساری کمزوریوں کے باوجود اس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کرنا، ملتِ ترکیہ کو انگریز کی غلامی میں دینے کے مترادف ہو گا۔[14]

خواجہ محمد قمر الدین کی سیاسی خدمات

تحریک پاکستان جب زور و شور پر تھی تو اس میں جہاں باقی علماء اور صوفیاء اپنا کردار ادا کر رہے تھے، وہاں خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے بھی مسلمانوں کی علیحدہ اور مستقل حکومت کے قیام میں پورا کردار ادا کیا اور آپ کا شمار صف اوّل میں کوشش کرنے والوں میں تھا۔1946ء میں قرار

داد پاکستان کی توثیق کیلئے بنارس کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ جس زمانہ میں کانگریسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، اس وقت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالحامد بدایونی اور علامہ عبدالغفور ہزاروی کے ساتھ مل کر جداگانہ قومیت اور آزاد وطن پاکستان کیلئے سعی مسلسل اور جدوجہد پیہم کرتے رہے۔ جب پاکستان وجود میں آگیا تو قوم وملک اور ملت کے لیے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد سے آخر تک گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان میں نظام مصطفیٰ نافذ کرنے اور جہاد کشمیر میں مجاہدانہ کردار، دستور ساز اسمبلی، تحریک تحفظ ختم نبوت اور اشاعت و تبلیغ دین میں تمام عمر بسر کی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس علماء و مشائخ اھل سنت کی ملک گیر جماعت تھی، اس جماعت سے وابستہ ہزاروں علماء و مشائخ اپنی اپنی جگہ تحریک پاکستان کے لئے کام کر رہے تھے۔ 27 سے 30 اپریل 1946ء میں فاطمہ باغ بنارس میں اس جماعت کی طرف سے ایک تاریخ ساز اجلاس ہوا، جو تحریک پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیّت رکھتا ہے، پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ عوام ہر اجلاس میں شریک ہوئے، حضرت شیخ الاسلام بھی اپنے مریدین اور احباب کے ہمراہ اس تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے، اسی اجلاس میں اسلامی حکومت کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں حضرت شیخ الاسلام کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔"(15)

1946ء کے انتخابات جنھوں نے پاکستان بننے کا حتمی فیصلہ کیا بڑے نازک حالات میں منعقد ہوئے۔ یونینیسٹ پارٹی جو پنجاب کے نوابوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کی ایک جماعت تھی اور انگریز کی وفادار تھی۔ جس میں ٹوانے اور نون پیش پیش تھے، انہوں نے بڑی کوشش کی کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کا سجادہ نشین غیر جانبدار رہے اور اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر سب کیلئے دعا کیا کرے۔ ملک خضر حیات جو اس وقت پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا اور یونینیسٹ پارٹی کے لیڈر تھے، انکی اور دیگر ٹوانوں کی مستورات منت سماجت کرنے کیلئے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم کئی پشتوں سے آپ کے نیاز مند ہیں۔ آپ اگر ہماری امداد نہیں کرتے، تو مخالفت بھی نہ کریں۔ ورنہ ہمیں بہت نقصان پہنچے گا۔ قبلہ حضرت صاحب نے ان سب کو دوٹوک جواب دیا کہ "پاکستان کی جنگ اسلام کی بقا اور عظمت کی جنگ ہے، میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں کی سعادت مندی اسی میں

ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ مل کر اس جنگ میں شریک ہوں۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ میں پاکستان کا پرچم ہاتھ سے رکھ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں، لیکن نبی کریم ﷺ کے دین کے جھنڈے کو سرنگوں ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ "(16)

اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب کے اضلاع سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد، میانوالی اور چند دیگر علاقوں کے رؤساء کی ایک بڑی تعداد دینی لحاظ سے سیال شریف سے نیاز مند تھی، جب کہ ان کے دنیاوی مفادات انگریزوں سے وابستہ تھے۔ لیکن پھر تاریخ عالم نے دیکھا کہ حضور شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی کی تحریک پاکستان میں عملی شرکت اور مجاہدانہ کارناموں نے پنجاب و سرحد کے آپ کے عقیدت مندوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے دنیاوی تعلقات کو پس پشت ڈالیں، اپنی مجبوریوں اور مفادات کو نظر انداز کریں اور تحریک پاکستان میں سرگرم ہو جائیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جب پاکستان کیلئے سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو اس وقت ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے آپ صدر تھے اور یہ ضلع انگریزوں کے خوشامدیوں کا ضلع کہلاتا تھا۔ جس میں عام رائے یہ تھی کہ اس ضلع میں سول نافرمانی کی تحریک کامیاب نہیں ہو گی۔ لیکن مفتی غلام احمد صاحب اپنی کتاب انوار قمریہ میں لکھتے ہیں:

"جب اس مرد مجاہد (خواجہ محمد قمرالدین) نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس تحریک کا آغاز کیا اور گرفتاری کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا تو لوگوں کا منجمد خون گرم ہو گیا، سئے ہوئے جذبات بیدار ہو گئے اور سرگودھا کی بڑی شاہراؤں کو خوب یاد ہے کہ پیر سیال کے پروانے کس جرأت کے ساتھ انگریزی پولیس کی لاٹھیوں کے سامنے سینے تانے کھڑے ہو گئے اور اپنے پاک کون سے سرگودھا کی زمین کو رنگین بنا دیا۔ ملک بھر میں اس آستانہ کے ساتھ جتنی گدیاں وابستہ تھیں، سب کی سب اپنے مرشد کی پیروی میں تحریک پاکستان میں شریک ہو گئیں۔ یوں ایک مجاہد، بہادر اور بے لوث ساتھی کی برکت سے قائداعظم نے اپنے دونوں حریفوں کو شکست فاش دی۔ انگریزی استعمار اور برہمن سامراج دونوں رختِ سفر باندھ کر یہاں سے چل دیئے اور اس خطہ پاک میں صدیوں کی غلامی کے بعد اسلام کا سبز پرچم لہرایا۔ "(17)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پروفیسر محمد اکرم رضا کی کتاب حیات شیخ الاسلام کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں: " آپ کے مریدین اور نیاز مندوں کا جوش و

خروش دیکھنے کے قابل تھا، وہ قطار اندر قطار پولیس کے آگے سینہ سپر ہو گئے اور اپنے مقدس خون سے ارض سرگودھا کو رنگین کر دیا۔"[18]

انگریز بڑا شاطر تھا وہ سمجھتا تھا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف تحریک آزادی کا اہم ترین مرکز ہے، اس مرکز کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اس نے حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے لئے ہز ہولی نس کا خطاب منظور کیا، یہ سلطنت برطانیہ کی طرف سے دیا جانے والا سب سے بڑا مذہبی اعزاز تھا، یہ چٹھی جب آپکو ملی تو آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسے پرزے پرزے کر کے نذر آتش کر دیا اور جلال کے عالم میں فرمایا: "حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی سے وابستگی میرے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے، اس کے ہوتے ہوئے دنیا کا ہر اعزاز میری نظروں میں ہیچ ہے۔"[19]

صوبہ سرحد موجودہ پختونخوا میں ریفرنڈم کے موقع پر خواجہ قمرالدین نے پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف کے ساتھ مل کر وہ عظیم اور بے لوث خدمات سرانجام دیں کہ قائداعظم بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور آپ کو ایک خط تحریر کیا جس میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اس وعدے کو پھر دہرایا کہ پاکستان میں حضور نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا نظام حیات نافذ کیا جائیگا۔[20]

1953ء میں تحریک ختم نبوت میں آپ نے شاندار خدمات سرانجام دی اور گرفتار بھی ہوئے۔ 1970ء میں بھاشانی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں گھراؤ، جلاؤ، مٹاؤ تحریک کا آغاز کیا، تو حضرت نے دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اس قدر عظیم سنی کانفرنس منعقد کرائی کہ بھاشانی کی غیر اسلامی اور تشدد پر مبنی ناپاک کوششیں گرد ہو کر رہ گئیں۔ اسی کانفرنس میں اہلسنت والجماعت کے اکابرین نے سواد اعظم کی قیادت کیلئے سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کو منتخب فرمایا اور آپ کو بالاتفاق جمیعت علمائے پاکستان کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ آپ کی دل آویز شخصیت کا اس منصب پر فائز ہونا تھا کہ اہلسنت میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ وہی سنی جو پہلے بے حس بلکہ مردہ خیال کئے جا رہے تھے، کوہ آتش فشاں بن گئے۔ کراچی سے واہگہ تک نظام مصطفیٰ زندہ باد کے نعرے گونجنے لگے اور چند ماہ میں آپ کی قیادت کی برکت سے جمیعت نے انتخابات میں وہ کامیابی حاصل کی جو دوسری منظم و متمول جماعتیں سالہا سال کی محنت و کوشش کے باوجود حاصل نہ کر سکیں۔[21]

1974ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے مرکزی کردار سرانجام دیا۔ جس کے نتیجے میں حکومت نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا۔

خواجہ محمد حمید الدین سیالویؒ کی سیاسی خدمات

1981ء میں خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی وفات کے بعد خواجہ محمد حمید الدین سیالوی 22 درگاہ سیال شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ جو اپنے آباؤ اجداد کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے خانقاہ کے جملہ معاملات کو بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ خصوصاً وراثت میں ملی سیاسی، ملی، مذہبی اور اخلاقی اقدار کے صحیح معنوں میں وارث ہیں۔ موجودہ دور سجادہ نشینی میں جب بھی مسلم دنیا خصوصاً پاکستان میں مسلمانوں کے اوپر کوئی مشکل گھڑی آئی تو آپ نے ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا بھرپور حق ادا کیا۔ سیاسی طور پر پختہ سیاسی فہیم وبصیر ہونے کی بنیاد پر آپ کو ایوان بالا (سینیٹ) کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اپنے دورانیہ سینیٹ ممبری میں آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ اور نفاذ نظام مصطفیٰ کیلئے بھرپور کوششیں کیں۔ پروفیسر احمد بخش آپ کی سیاسی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسند فقر و درویشی پر فائز ہوتے ہی آپ نے ہمہ جہت خدمات کے نیٹ ورک میں انقلابی تبدیلیاں فرمائیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مجلس الدعوۃ الاِسلامیہ کا قیام

آپ نے 1982ء میں ایک اہم ترین مشاورتی اجلاس میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے قیام کی منظوری دی، اس تنظیم کے ذریعے آپ نے آستانہ عالیہ کی طرف سے جملہ تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کے اندر نظم و ضبط پیدا کرنے پر زور دیا اور تمام حلقوں کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی، مجلس کے منشور میں اسلامی اقدار کا تحفظ، امت مسلمہ کے مابین اتحاد کے قیام، امت کے نونہالوں کے لئے دینی وعصری تعلیم کے فروغ، باطل قوتوں کے خلاف جہاد اور ملک میں مکمل طور پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ جیسے بنیادی اصول شامل تھے، مجلس کے حسین ترین جھنڈے پہ نعرہ درج تھا:

"لا شرقية لا غربية ، إسلامية إسلامية"

مشرق و مغرب کی جملہ اصطلاحات مرعوبیت کی آئینہ دار ہیں۔ ہم کسی کے سامنے جھکنے والے نہیں اور نہ کسی طاقت سے دبنے والے ہیں، سارا دیس اللہ تعالی کا ہے اور اللہ تعالی کی طرف

سے عطا کردہ دین صرف اور صرف اسلام ہے، اسی مجلس کے اسٹیج سے مولانا غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ نے چنیوٹ شہر کے اسٹیڈیم میں عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنسوں کا سلسلہ جاری کیا[23] خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلّہ العالی کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ امت میں اتحاد ہو، اسی جذبہ کے تحت آپ نے 9نومبر 1986ء کو یادگار پاکستان کے مقام پر اہل سنت کے تمام مشائخ وعلماء کو اکٹھا کیا اور انہیں مل بیٹھ کر کام کرنے کی تلقین فرمائی، 18 اکتوبر 1995ء میں ہالیڈے ان اسلام آباد میں آل پاکستان علماء ومشائخ کنونشن آپ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس کنونشن میں اس بات پہ زور دیا گیا کہ پاکستان بننے کا شرف اہل سنت کو ہی حاسل ہے اور اس مملکت کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوتی ہے، اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم سب متحد ہیں اور انشاءاللہ العزیز دین اور ملک کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا مقابلہ بھی اتحاد واتفاق سے کریں گے، آپ عورت کی حکمرانی کے خلاف ہیں، اس لیے بے نظیر کے دور حکومت کو ہمیشہ چیلنج کرتے رہے، الغرض آپؒ کے جانشین حضرت امیر شریعت ایک ہمہ جہت اور پرکشش شخصیت کے مالک شمار ہوتے ہیں۔[24] اس کے علاوہ تحریک ختم نبوت میں جب بھی قادیانیوں کے حق میں کوئی ایسااقدام سامنے آیا، جس سے ختم نبوت پر کوئی حرف پڑنے کا اندیشہ سامنے آ سکتا تھا، آپ نے بلاخوف وخطر امت مسلمہ کی صفوں میں اتحاد پیدا کرتے ہوئے سرخیل کا کردار ادا کیا۔ جس کی واضح مثال موجودہ حکومت کا وہ بل پاس کرنا ہے جس میں ختم نبوت سے متعلقہ شقوں میں ردوبدل کیا گیا تھا۔ اس بل کی واپسی کے لیے جہاں آپ نے دوسری تنظیموں کے پروگراموں کو سپورٹ کیا، وہاں بذات خود فیصل آباد، گوجرانوالہ، گجرات اور داتا دربار پر ختم نبوت کانفرنسز کا انعقاد کرکے گورنمنٹ کو بل واپس کرنے پر مجبور کیا اور ابھی تک اس جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس کے پس پردہ جو سرکاری وغیر سرکاری عمال شامل ہیں، ان کو منظر عام پر لایا جائے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان، تحریک نظام مصطفیٰ اور دیگر معاملات پر صرف سجادہ نشینوں سیال شریف نے ہی کردار ادا نہیں کیا بلکہ انہوں اپنے تمام مریدین کی بھی ایسی ہی تربیت کی۔ تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی کہ خلفاء سیال شریف نے بھی ان تحاریک میں انتہائی گرم جوشی سے حصہ لیا۔ اگرچہ خانقاہ سیال شریف کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے ہر ایک خانقاہ کے سیاسی وسماجی کردار کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں۔ تاہم چند ایک خانقاہوں کے سجادہ نشیوں کے سیاسی و سماجی کردار کو اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صحبت خان کوہائی بحوالہ علامہ غلام رسول سعیدی، خواجہ آباد میانوالی کے سجادہ نشین پیر

سید جمال الدین کاظمی لکھتے ہیں:

"صاحبزادہ صاحب ماشاء اللہ بیک وقت ایک ثقہ عالم دین، شیخ طریقت، صاحب سجادہ، مفکر، محقق، سیاسی و ملی زعیم، مجاہد حق اور اسلام کے نڈر سپاہی ہیں۔ ان کے علمی و تحقیقی ذوق کی آئینہ دار وہ وقیع لائبریری ہے، جو لاکھوں روپے کی بیش قیمت نادر و نایاب کتب پر مشتمل ہے۔"[25]

صاحبزادہ صاحب کے ایک ارادت مند لکھتے ہیں:

"جمال ملت حضرت استاذ الاساتذہ پیر سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی صرف پیر طریقت ہی نہیں بلکہ جید عالم و فاضل بھی تھے۔ مصنف بھی تھے۔ (آپ نے 22 کتابیں تصنیف کیں) دانشور بھی اور مدرس بھی تھے (حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ علم دین پڑھانے والے بن جاؤ، یا پڑھنے والے بن جاؤ یا ان کی محفلوں میں بیٹھنے اور ان سے محبت کرنے والے بن جاؤ) کا عملی نمونہ بن کر آخری عمر تک شعبہ درس و تدریس سے منسلک رہے، غازی بھی، مجاہد بھی تھے۔ آپ صرف گفتار کے ہی نہیں کردار کے بھی غازی تھے۔ مسجد کے منبر و محراب، حجرے اور آستانے اور عوامی جلسوں میں صرف جہاد کا درس دینے والے نہیں بلکہ عملی جہاد کرنے والے تھے۔ آپ کا میدان جہاد میں شوق شہادت کا ارمان تو پورا نہ ہوا، تاہم مجاہد و غازی ضرور بنے۔ کفار کو دندان شکن جواب دینے والے بہادر کمانڈر تھے، روسی سامراج کے خلاف جہاد افغانستان میں اپنے مریدین کے ہمراہ کافی عرصہ تک کمیونسٹ فوجوں سے بر سر پیکار رہے۔ بالخصوص گردیز کے محاذ پر کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔"[26]

آپ نے جامعہ اسلامیہ قمرالعلوم فریدیہ رضویہ کے نام سے ماری پور روڈ اولڈ ٹرک سٹینڈ، کراچی میں ایک ادارہ قائم کیا، جس کے وہ بانی و مہتمم تھے۔۔۔ اس عظیم دینی درس گاہ سے متصل 2000 مربع گز کے ذاتی پلاٹ پر جمال ملت کمپلیکس کا اپریل 2002 میں سنگ بنیاد رکھا۔ 19 دسمبر 2004ء کو اس کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ 60 کمروں پر مشتمل اس جدید اور قابل دید عمارت میں دفاتر، وسیع لائبریری، طلباء کی رہائش گاہیں، کلاس رومز، العصر اکیڈمی (انگلش میڈیم سکول مع اسلامی تعلیمات) اور اساتذہ کرام کیلئے سٹاف رومز قائم ہیں۔[27]

مولانا محمد ذاکر نے خواجہ محمد ضیاء الدین کے ہاتھ پر بیعت کی، جبکہ خلافت حضرت

قمر الدین سیالوی نے عنایت فرمائی۔ چوہدری محمد علی سیالوی لکھتے ہیں:

"کسی شخص کی سیرت و کردار سے ہی اس کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، سیرت و کردار دو ایسی خوبیوں یا خامیوں کے نام ہیں جو کسی انسان کو باعزت یا بے عزت بناتی ہیں۔ حسن سیرت اور احسن کردار کا مرقع شخص چاہے صورت کے لحاظ سے اچھا نہ ہو، تب بھی اس کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ حسن سیرت، حسن کرادر کا مرقع تھے۔ ایسا جامع الصفات شخص شاذو نادر ہی ملتا ہے۔ آپ پر آپ کے مشائخ عظام، والدین اور اساتذہ کرام کی چھاپ نمایاں تھی۔ آپ نے علمی و عملی زندگی میں ان ہستیوں کی شفقت و محبت کا حق ادا کیا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ، وطن کی بے لوث خدمت، انسانیت کی فلاح و بہبود، غریبوں اور مسکینوں کی اعانت، خاتمہ جہالت اور ملت اسلامیہ کو متحد کرنے میں صرف کر دی۔ کبھی بھی حالات کے تھپیڑے آپ کو اپنے اعلیٰ مشن سے منحرف نہ کر سکے۔ آپ کے عزم و استقلال کا یہی نتیجہ تھا کہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہمیشہ آپ کا کھلے ہاتھوں استقبال کرتی رہیں۔ آپ کی زندگی کا مقصد ہی تعلیم عام کرنا، فرقہ واریت کا خاتمہ اور اتحاد عالم اسلام تھا۔"(28)

مشہور کتاب اکابر تحریک پاکستان کے مصنف تحریر کرتے ہیں: "تحریک خلافت چلی تو ہندوستان کے علماء و مشائخ اس میں پوری طرح شامل ہو گئے، چنانچہ آپ نے بھی اپنے شیخ طریقت کے ساتھ مل کر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انگریز حکومت کی کھل کر مخالفت کی، اپنی اس جرأت اور بیباکی کی پاداش میں آپ کو داخل زنداں ہونا پڑا، لیکن آپ کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا، جب بھی رہا ہوتے انگریز حکومت کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے، مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو اس میں شامل ہو گئے اور ڈٹ کر قائداعظم اور تحریک پاکستان کی حمایت کی، اپنے سود و زیاں کی پروا کئے بغیر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے شب و روز کام کیا۔(29)

مولانا محمد ذاکر کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ محمدی شریف کے موجودہ مہتمم مولانا رحمت اللہ صاحب ہیں، جو کہ سیاسی طور پر سرگرم شخصیت ہیں اور ہر الیکشن میں ایم این اے یا ایم پی اے کی سیٹ پر کامیاب ہو کر اپنا سیاسی کردار ادا کر رہے ہیں۔

1980ء میں خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے سید ابو الحسن شاہ منظور ہمدانی کو خلافت سے نوازا۔ جنہوں نے دن رات کی محنت سے مختلف مدارس جن میں دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ خیابان

جامی پنجاب کالونی کراچی، دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ اعظم بستی کراچی، دارالعلوم سلیمانیہ کہکشاں کلفٹن کراچی، جامعہ محمدیہ سلیمانیہ، زمان اباد شریف میانوالہ اخلاس (پنڈی گھیپ اٹک) اور دارالعلوم معین الاسلام مسافری مسجد کینٹ ریلوے سٹیشن کراچی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا سیاسی کردار بھی انتہائی واضح رہا۔ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز تحریر کرتے ہیں:

"دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ نے گزشتہ تیس برسوں میں سینکڑوں ش" ہین صفت نونہالوں کی علمی و دینی تربیت کا فریضہ سرانجام دیاہے، جو آج ملک کے ان مایہ ناز جوانوں میں شامل ہیں، جن کے کندھوں پر ملک و قوم کی ترقی و راہنمائی کی بھاری ذمہ داری ہے۔ قمرالاسلام نے خاصے مراد ان کار پیدا کئے ہیں مگر ٹوٹی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر گئے، انہیں مربوط کرنے کی ضرورت ہے"(30)

سماجی خدمات

سماج روز ازل سے نسل نوع انسانیت کے لیے ایک اہم اور مشکل معاملہ رہاہے، اور سماجی تعلقات کو نبھانے میں اس وقت بہت پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، جب کہ معاشرے میں مختلف افکار و نظریات اور مذاہب و عقائد کے ماننے والے رہتے ہوں، چونکہ ان سب کے رسم و رواج، تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت بالکل جدا جدا ہوتے ہیں، ایسے معاشرے میں ظلم و زیادتی، ناانصافی اور حقوق کے غصب کرنے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں، عدل و انصاف کو قائم رکھنے اور ادائیگی حقوق العباد میں فکری و نظریاتی تعصبات، ذاتی اور قومی رجحانات اور دوسرے سماجی عوامل رکاوٹ بنتے ہیں، لہٰذا ان سب پہ قابو پاناہر ایک مسلمان کا خاص طور پر اور تمان افراد کا عام طور پر فرض ہے، اس فرض کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مشائخ چشت نے خوب نبھایااور انہی کی تعلیمات اور دیے ہوئے رستے پر خانقاہ پیر سیال نے بھی اپنے حصے کا کام بطریق احسن سرانجام دیا۔

سلسلہ ہائے طرق میں سلسلہ چشتیہ وہ واحد سلسلہ ہے جس نے باقی سلاسل کی نسبت سماجی کاموں میں زیادہ تربیتی اسباق کا بندوبست کیا، راہ سلوک کی منازل طے کرانے کے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق کی تربیت کے بارے میں مشائخ چشت کی تعلیمات بڑی واضح ہیں، جیسے ضیائے حرم کے ایک مختصر سے مقالہ میں ڈاکٹر محمد شریف سیالوی مرحوم اس پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"خواجہ نظام الدین اولیاء کو بابا فرید گنج شکر نے پہلا سبق یہی دیا تھا کہ اپنے دشمنوں کو خوش کرنا اور حضرت محبوب الٰہی اکثر ہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ہر کہ مارا یار نبود، ایزد اور را یار باد　　　　وانکہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد

ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی　　　　ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کو بر سر منبر برا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "میں نے سب کو معاف کر دیا تمہیں بھی معاف کر دینا چاہیے، خدمت خلق کی سب سے اعلی مثال مشائخ چشت نے قائم فرمائی اور ہر ہر خانقاہ کے ساتھ لنگر خانہ کا اہتمام کیا، بے سر و سامانی اور فقر محض کے باوجود انکی خانقاہ میں دن رات لنگر جاری تھا، نقد آیا، تقسیم ہو گیا، نذرانے میں اشرفیاں آئیں، لٹ گئیں، ہدیہ میں کپڑا آیا، بانٹ دیا، اس کے باوجود خود فقر اختیار کیے رکھا اور ضرورت سے زیادہ نہ پہنا اور نہ کھایا، انسانی خدمت میں کمال یہ ہے کہ انہوں نے انسانوں کے دکھ درد کو اپنا (حال) بنالیا تھا، حضرت محبوب الٰہی فرمایا کرتے: "جتنا غم واندوہ مجھے ہے اتنا اس دنیا میں کسی کو نہ ہو گا، کیونکہ یہ مسلک چشت کی صوفیانہ روایت ہے۔"[31]

حاجی محمد مرید احمد چشتی لکھتے ہیں کہ "خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نے اپنے شیخ طریقت خواجہ محمد سلیماں تونسوی کی مطابعت میں مذہبی اور دینی دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور آستانہ عالیہ سیال شریف میں علوم شرعیہ کی درس و تدریس کا آغاز کیا، ابتداء میں تنہا بنفس نفیس حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ہی اس مدرسہ کے صدر المدرسین اور سارے در وبست کے قیم اعظم اور منتظم اعلیٰ تھے۔"[32]

حضرت خواجہ شمس العارفیں رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے تھے، اپنے بدخواہوں اور مخالفوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرتے ایک دفعہ عرض کیا گیا کہ فلاں آدمی آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتا ہے، جبکہ آپ مہربانی فرماتے ہیں، فرمایا آدمی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے، پھر یہ شعر پڑھا:

ہر یکی بر خلقت خود می تند　　　　مہ فشاند نور، سگ عوعو کند

ہر چیز اپنی فطرت اور اصلیت کے مطابق کام کرنے پر طبعاً مجبور ہے، چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا ہے اور کتا چاند کے عمل پر ناخوش ہو کر بھونکتا رہتا ہے۔[33]

خانقاہ سیال شریف کے بانی کا ہر وصف نرالا تھا، وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، علم و عمل کا مجسمہ تھے، صحیح معنوں میں صوفی با صفا تھے، اعلی علمی اور ادبی ذوق کے مالک تھے، ظاہری و باطنی تشنگان علم کی پیاس بجھاتے تھے، اپنے مریدین اور خصوصاً اپنے خاندان والوں کی

تربیت جسمانی کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی یعنی تزکیہ نفس فرماتے، آپ کے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے امام دین گجراتی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے کمالات صوری اور معنوی احاطہ تحریر سے باہر ہیں، جامع جمیع علوم تھے، فقر اور تجرد میں آپکا ثانی پیدا نہیں ہوا، علم تصوّف اور توحید میں آپ کو ملکہ راسخہ حاصل تھا، صدہا طالبان خدا بعد تحصیل علوم ظاہری آپ کی خدمت شریف میں آکر تارک دنیا ہو گئے "(34)

پیر کرم شاہ الازہری حضرت ثانی خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمۃ کے حسن اخلاق اور دوسروں کی آسائش و آرام کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قافلوں کے قافلے حاضر خدمت ہوتے اور مے محبت سے مخمور و سرشار ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹتے، اس جاہ و جلال شاہی کے باوجود تواضع و انکسار کی کوئی انتہاء نہ تھی اور شان دلنوازی کی جلوہ سامانیاں ہر دیکھنے والے کو محو حیرت کر دیتی تھیں، آستانہ عالیہ کے ادنی سے ادنی نیاز مند کے ساتھ بھی وہ لطف و کرم فرماتے کہ وہ نیاز مند اپنی خاکساری پر ناز کرنے لگتا، حضرت کا لنگر بڑا وسیع تھا سینکڑوں درویش جو ذکر الہی سیکھنے کے لیے یہاں فروکش ہوتے انکی خاطر مدارت میں بہت کوشش کی جاتی، آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے مہمانوں کے آرام و آسائش کے لیے آپ ہر ممکن اہتمام فرماتے اور کوئی بعد از وقت آنے والا مہمان اور مسافر بھی بھوکا نہ رہتا، حضرت کا معمول تھا کہ رات کا کھانا نماز عشاء ادا کرنے کے بعد تناول فرماتے اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی مہمان تاخیر سے آئے اور لنگر میں کھانا ختم ہو گیا ہو تو حضرت اپنا کھانا اسکو پیش کر دیتے، وسیع لنگر کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کی ترقی کے لئے بھی خصوصی توجہ فرماتے، سینکڑوں کی تعداد میں طلباء اکتساب علم کے لئے موجود رہتے انکی رہائش، خوراک اور تعلیم کا مفت انتظام کیا جاتا۔"(35)

خانقاہ کے تیسرے سجادہ نشین محمد ضیاء الدین سیالوی نے روضہ مبارکہ کے قریب دارالعلوم کیلئے ایک وسیع عمارت تعمیر کرائی اور ملک کے نامور اور مستند اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ دکن، بنگال، افغانستان، سندھ، سرحد اور ہند کے کونے کونے سے علم کے متلاشی اس دارالعلوم سے فیض حاصل کرتے رہے۔"خواجہ صاحب مطالعہ کے بے پناہ شائق تھے، تقابل ادیان

ان کے موضوعات مطالعہ میں سے تھا، بائبل پر گہری نظر رکھتے تھے، انکی علمی یادگاروں میں ایک رسالہ "معیار المسیح المعروف ضیاء الشمس" ہے، مرحوم بلند شعری ذوق رکھتے تھے اور گاہے گاہے خود بھی اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔"[36]

1929ء میں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے وصال کے بعد خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دارالعلوم کے صدر بنے۔ اسی سال سیلاب اور شدید طغیانی کے باعث دارالعلوم کی عمارت منہدم ہو گئی۔ عارضی طور پر آستانہ عالیہ کے ملحقہ کمروں میں درس و تدریس کے کام کو منتقل کیا گیا۔ لیکن آپؒ کی خواہش تھی کہ قدیم علوم کے ساتھ علوم عصریہ کی تدریس بھی شامل نصاب کی جائے اور یہاں کے فارغ التحصیل طلباء صرف مساجد و مدارس تک محدود نہ رہیں بلکہ سرکاری کالجز اور یونیورسٹیوں سے ڈگریاں لے کر ملک کے اہم شعبوں میں خدمات سرانجام دے سکیں۔ اس مقصد کیلئے ڈاکٹر تسخیر احمد نے آستانہ عالیہ سیال شریف کے شمال میں 18 ایکڑ کا وسیع رقبہ صدقہ جاریہ کے طور پر پیش کیا۔ جس پر دارالعلوم کی از سر نو تعمیر کی گئی۔ 6 دسمبر 1964ء کو دارالعلوم کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد خواجہ خان محمد سجادہ نشین تونسہ شریف نے اپنی دست مبارک سے رکھا۔

خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے جہاں سیاسی خدمات خصوصاً تحریک پاکستان میں قائداعظم کے ساتھ مل کر بھرپور کردار ادا کیا، وہاں انہوں نے پاکستان بن جانے کے بعد مسلمانوں کی سماجی اور معاشرتی اصلاح کی بھرپور کوشش کی۔ جب جنرل ضیاء الحق نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی تو خواجہ قمرالدین سیالویؒ کو اس کونسل کا چیئرمین مقرر کیا۔ آپ آخر وقت تک تمام دیگر مصروفیات کے باوجود اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاسوں میں شرکت فرماتے رہے اور آپ کی قیادت میں اسلامی نظریاتی کونسل نے بہت سے شرعی قوانین مرتب کئے۔ انوار قمریہ کے مصنف ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت نے اسلامی نظریاتی کونسل کیلئے قابل قدر کام کیا اور بغیر حصول تنخواہ اپنے ہی خرچ پر خدمات سرانجام دیں۔ سفر خرچ کیلئے بھی کوئی پیسہ نہ لیا۔"[37]

پاکستان میں جب کوئی سانحہ پیش آتا تو درگاہ سیال شریف سے فیاضی کے چشمے پھوٹتے۔ انوار قمریہ کے مصنف ماہنامہ ضیاء حرم جنوری، فروری 1980ء شمس العارفین نمبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"جب 1965ء کی جنگ شروع ہوئی تھی تو آپ نے اپنے اہل خانہ کے تمام زیورات

مجاہدین کی امداد کیلئے پیش کر دیئے تھے، وہ بھی اس شان سے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی"(38)

خواجہ شمس الدین سیالوی کی قائم کردہ دینی درس گاہ کو وسعت دی اور اس کو باقاعدہ دارالعلوم کادرجہ دیا۔ باقاعدہ سے زمین خرید کر جو دینی تعلیم دربار شریف پر شروع تھی، پر الگ سے اس کیلئے مدرسہ کی تعمیر شروع کی۔ جس کو وسعت دیتے ہوئے قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کالج اور درس نظامی کی تعلیم کا اجراء فرمایا۔ یہ ایک ایسی عظیم درس گاہ بن گئی کہ جس کے فارغ التحصیل پاکستان کی مشہور ترین جامعات کے مختلف شعبہ جات کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ جن نمایاں نام مرحوم ڈاکٹر خالق داد ملک سابقہ چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور ہیں اور مرحوم محمد شریف سیالوی جو اسلامی یونیورسٹی اور بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے اور بحیثیت چیئرمین شعبہ عربی ریٹائرڈ ہوئے۔ اسی دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری خطاب فرماتے ہوئے فرمایا" میرے بیان کا مطمع نظر حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی ہے، آپ لوگ بے شمار مالی اور جسمانی تکالیف کو برداشت کر کے اس آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں لیکن اس حاضری کا فائدہ آپ کو صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب آپ اعمال قبیحہ کو ترک کرنے کا عہد کریں۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے مگر اس کے اعمال میں بہتری کی صورت پیدا نہ ہو تو اس شخص کا حج قبول نہیں۔ تمام اعمال کا انحصار اتباع سنت رسول ﷺ ہے۔ آیئے آج ہم عہد کریں کہ تمام غیر شرعی اعمال کو ترک کر دیں اور قرآن و سنت اور اولیائے کرام کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو جائیں۔"(39)

ڈاکٹر سیّد قمر علی زیدی آپؒ کی ہمہ جہت شخصیت کا تذکرۃ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شیخ الاسلام خوجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند قامت مؤمن تھے، ان کا قال اور ان کا حال قرون اولی کے مسلمانوں کی حیات طیبہ کا مکمل غماز تھا، وہ اس، شہور تاریخی جملے کا مصداق تھے:" هم باللّيل رهبان و بالنهار فرسان "وہ ایک سچّے مقتدا اور بے باک قافلہ سالار تھے، محبت و شفقت کا سراپا ضواجہ تاریخ کا ایک روشن کردار ہیں، اپنی نجی حیات سے لیکر ملت اسلامیہ کی قیادت تک کے مراحل میں وہ ایک بلند مقام اور لائق تعریف انسان نظر آتے ہیں، حضرت خواجہ ایک عہد ساز شخصیت تھے، انکا وجود ہمہ پہلو خیر ہی خیر تھا، بہت کم گفتگو فرماتے تھے

، اکثر اپنے کردار اور اطوار سے تبلیغ فرماتے، علماء حاضر ہوتے تو شیخ کی مختصر گفتگو سن کر اپنے مسائل حل کر لیا کرتے تھے، فقراء مجلس نشین ہوتے تو خواجہ پیار و محبت کے میخانے کے ساقی خدا مست نظر آتے، کبھی سکول اور کالج کے طلباء آپکی زیارت و ملفوظات سے مستفید ہونے کے لیے آتے تو بکمال شفقت ان کے پاس دیر تک کھڑے رہتے، چھوٹے چھوٹے بچے حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کرتے تو بار بار دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے، پڑوسیوں سے اور شہر والوں سے انکا سلوک کیسا تھا یہ ایک الگ باب ہے، خواجہ اپنے زیر دستوں پر پر حکم نہیں چلاتے تھے، بھائی سمجھ کر بات کرتے تھے۔[40]

خانقاہ سیال شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی کی ذات گرامی اپنے علمی کارناموں، دینی عظمتوں سیاسی اور قومی خدمات جلیلہ کے باعث فخر روزگار ہے، آپ اپنے اسلاف کے صحیح جانشین اور وارث ہیں۔ آپ دین اسلام کے فروغ اور ملک و ملت کے استحکام کے لئے کوشاں ہیں۔

خانقاہ کے سجادہ نشین کے سماجی کردار کے ساتھ ساتھ اس کے فیض یافتہ خلفاء کا جو سماج کی بہتری کے لیے کردار رہا یا جو ابھی ادا کر رہے ہیں وہ بھی دیکھا جائے تو در حقیقت سیال شریف کا ہی کریڈٹ ہے، گولڑہ شریف، جلالپور شریف، معظم آباد شریف، چاچڑ شریف، بھیرہ اور مکان شریف، الغرض آستانہ عالیہ سیال شریف کے تمام خلفاء ہر دور میں سماج کی بہتری کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیتے آئے ہیں صرف ان آستانوں کے لنگر خانوں کو ہی دیکھ لیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح بلا تفریق رنگ و نسل، ملک و ملت اور مسلک و مذہب بھوکوں کو تین وقت کا کھانا مہیّا کر رہے ہیں اور اگر آگے بڑھ کر صرف پیر کرم شاہ اور انکے پیروکاروں کے رفاہی اداروں مثلا مسلم ہینڈ انٹرنیشنل، ضیاءالامت فاؤنڈیشن، مسلم چیرٹی برطانیہ اور مسلم گلوبل ریلیف کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح مسلمانوں کی پوری دنیا میں خدمت کرنے میں شب و روز مصروف ہیں، ان اداروں کی بدولت فلسطین، کوسوو، بوسینیا، چیچنیا، افغانستان، کشمیر اور روہنگیا مسلمانوں کے ستم رسیدہ اور مفلوک الحال افراد کو کروڑوں کی امداد مل چکی ہے، مسلم گلابل ریلیف کے تحت اندرون ملک اور بیرون ملک بہت سے ہسپتال تعمیر کیے جا چکے ہیں اور مسلم ہینڈز کے تحت دوسرے فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ سو سے زائد تعلیمی ادارے قائم کئے جا چکے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1، سیال شریف کا نام سرکاری کاغذات میں سیال ہے، مگر شریف اس کا جزولاینفک یعنی اٹوٹ انگ بن گیاہے، سیال شریف کا چرچہ دیر سے اور دور سے سنتا آرہا تھا کہ بہت بڑا شہر ہو گا مگر اس کے برعکس وہ میرے گاؤں کی اضافی بستیوں سے بھی چھوٹا تھا، مگر معلوم ہوا کہ اس بستی کا شرف اس بلند و بلا روضہ کی وجہ سے ہے جس میں اس بستی کا روشن سورج خواجہ شمس العارفینؒ استراحت فرماہیں، ورنہ یہ اولاد حضرت خواجہ کے چند مکانوں، تنگ گلیوں اور تنگ احاطوں کا قریہ ہے، مجھے راستے میں یہ خیال دامن گیر رہا کہ اگر یہاں اداس ہو گیا تو واپس کیسے جا سکوں گا مگر آتے ہی اس کے مناظر میں ایسا کھویا کہ اپنا آپ بھول گیا،،عطا محمد، حکیم، قریشی،، یاد ایام، سرگودھا، ثنائی پریس، ص19،

2۔ قادری، محمد عبدالحکیم، شرف،، تذکرہ اکابر اہلسنت، لاہور، شبیر برادرز پبلیشرز، 1983ء، ص 175

3۔ الازھری، محمد کرم شاہ، پیر، مقالات، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، جولائی 2001ء ج1 ص 401

4۔ للّٰہی، محمد حسین، ڈاکٹر،، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، باب چہارم، فصل دوم، ص199

5۔ نظر فاروقی، اقبال احمد، تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور مکتبہ جدید پریس، 1975ء ص 288

6 ۔ جالندھری، غلام دستگیر خان، محبوب سیال، لاہور، مکتبہ مفید عام، 1343ھ، ص40

7 ۔ نظامی، خلیق احمد تاریخ مشائخ چشت، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1975ء ص244-245

8۔ ساجد، محمد اکرم، گلشن پیر سیال، لاہور، مکتبہ جمال کرم، اگست 2006ء ص78

9۔ ایضاً

10۔ گلشن پیر سیال، ص80

11۔ رضا، محمد اکرم، پروفیسر، ضیائے حرم، ضیاء الملت والدین 1990ء ج20 شمارہ12 ص38

12 ۔ رضا، محمد اکرم، پروفیسر، ضیائے حرم، ضیاء الملت والدین 1990ء ج20 شمارہ12 ص39

13 ۔ گلشن پیر سیال، ص79

14 ۔ گلشن پیر سیال، ص79

15۔ قادری، محمد عبد الحکیم، شرف،، اندھیرے سے اجالے تک، لاہور: مرکزی مجلس رضا، ص 273
16۔ قاری، غلام احمد سیالوی، انوار قمریہ، کراچی، دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ، ط: اوّل اپریل 2004ء حصہ سوم، ص 342
17۔ انوار قمریہ، ج3 ص 343
18۔ قادری، محمد عبد الحکیم، شرف،، نور نور چہرے، تذکرہ ابرار ملت،، لاہور: نوری کتب خانہ، 2005ء، ص 338
19۔ اکرم رضا، محمد، پروفیسر،، حیات شیخ الاسلام، گوجرانوالہ: مکتبہ چشتیہ قادریہ، ص 23
20۔ انوار قمریہ، ج3 ص 344
21۔ انوار قمریہ، ج3 ص 344
22۔ خواجہ محمد حمیدالدین سیال شریف ضلع سرگودھا میں نومبر 1936ء میں پیدا ہوئے، احمد بخش، پروفیسر، ضیائے حرم اشرف الاولیاء نمبر، جولائی / اگست 2006ء ص 187،
23۔ احمد بخش، پروفیسر،، ضیائے حرم، اشرف الاولیاء نمبر، جولائی / اگست 2006ء ص 188
24۔ کوہاٹی، صحبت خان، فروغ علم میں خانوادہ سیال شریف اور ان کے خلفاء کا کردار، کراچی، انجمن قمر الاسلام، 2010ء ص 293-294
25۔ ایضاً ص 403
26۔ جمالی، نادر، شمس المشائخ سیّد محمد جمال الدین کاظمی، مقالہ، مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت کراچی، ملی ایڈیشن، 3 ستمبر 2004ء
27۔ کاظمی، محمد جمال الدین، سیّد،، اسلام اور عورت کی حکمرانی، تحریک اسلامی انقلاب پاکستان 1410ھ، ص 10
28۔ سیالوی، محمد علی، چوہدری، ماہنامہ الجامعہ، محمدی شریف، جھنگ ص 43 شمارہ مارچ 2003ء
29۔ قصوری، محمد صادق، اکابر تحریک پاکستان، بار دوم، لاہور، نوری بک ڈپو، ص 243
30۔ شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، مجلہ کاروان قمر 1995ء
31۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، جولائی 1995ء ج 25 شمارہ 10 ص 54-55
32۔ چشتی، محمد مرید احمد، حاجی،، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، لاہور، ادارہ تعلیمات اسلاف، 1997ء، ج1، ص 39

33۔ سیالوی، محمد رحمت اللہ، حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اکتوبر 2003ء ج34 شمارہ 1 ص 85

34۔ گجراتی، محمد امام الدین، مراۃ السالکین فی حالات الکاملین، گوجرانوالہ، میکی پریس، 1301ھ، ص 154

35۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر،، مقالات، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، جولائی 2001ء ج: 2 ص: 399،204

36۔ راہی، اختر، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، بار دوّم 1998ء ج1 ص 234-235

37۔ انوار قمریہ، ج3 ص346

38۔ انوار قمریہ، ج3 ص347

39۔ انوار قمریہ، ج3 ص349

40۔ زیدی قمر علی، ڈاکٹر، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی،، ادب سراپا، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ماہنامہ ضیائے حرم اکتوبر 2007 ص66-69